© rasailojaraid.com

جناب مولا بخش محمدی - لیکچرار ڈگری کالج مٹھی

سید محب اللہ شاہ راشدیؒ کی یاد میں

؎ بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

بظاہر تو یہ ایک عام سی خبر تھی کہ وادیٔ مہران سرزمین باب الاسلام کی درخشندہ، علمی، ادبی شخصیت حضرت علامہ سید محب اللہ شاہ راشدیؒ اس جہانِ فانی کو الوداع کہہ کر عالم جاودانی کو سدھار گئے ——— مگر میں اس ہوشربا المناک سانحے پر کیا لکھوں؟ کس طرح اس داستان غم کو سپرد قلم کروں؟

ویسے تو اس جہانِ رنگ و بو میں مرنا جینا ازل سے مقدر ہے۔ لیکن بعض موتیں ایسی بھی ہوتی ہیں، جن پر زبان بند، آنکھوں کے آنسو خشک اور دل کی دھڑکنیں تک ماند پڑ جاتی ہیں ——— یہی ماجرا سید راشدی مرحوم کی جدائی کا ہے۔ ان کے داغِ مفارقت کو ایام بیت چکے ہیں، مگر نادان دل ہے کہ مانتا ہی نہیں! ہر وقت اُن کا متبسم، پُررونق اور نورانی چہرہ نظروں کے سامنے رہتا ہے اور ان کی ذات سے وابستہ واقعات و لمحات ایک ایک کر کے صفحۂ ذہن پر اجاگر ہونے لگتے ہیں۔

۲۹۔ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲ر اکتوبر ۱۹۲۱ء اتوار کی شب بمقام پیر جھنڈا، نیو سعید آباد میں جنم لینے والا علم و عمل کا یہ آفتاب ۲۱ر جنوری ۱۹۹۵ء (۱۹ر شعبان المعظم، ۱۴۱۵ھ) ہفتہ کی شب دیوانِ مشتاق حیدرآباد میں حرکت قلب بند ہونے کے باعث عمرِ عزیز کی ۷۶ بہاریں دیکھ کر ہم سے جدا ہو گیا ——— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

؎ داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی کی وفات سے عالم اسلام ایک فقید المثال، علمی، ادبی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ماضی کی یادگار شخصیت سے محروم ہوگیا اور ایک نہ پُر ہونے والا شگاف پیدا ہوگیا۔

مجھے یہ المناک اطلاع برادرم وعزیزم محمد یونس دوسانی صاحب اور پروفیسر محمد صاحب نے فون پر دی تو یوں محسوس ہوُا کہ میں اندر سے ریزہ ریزہ ہوکر بکھر چکا ہوں، دل کی دنیا تاریک ہوکر رہ گئی ــــ تاہم اسی وقت دور افتادہ علاقہ نوکوٹ تھرپارکر سے اپنی محبوب شخصیت کے آخری دیدار اور سفرِ آخرت سے قبل ان کے لیے دعائے خیر میں شرکت کی خاطر روانہ ہوگیا ــ پورا سفر جس اذیت میں گزرا وہ ناقابلِ بیان ہے، مَیں اپنی تصوراتی دنیا میں ان کے احسانات یاد کرکے آنسو بہاتا رہا ــ دنیائے اسلام کے عظیم سکالر، محدّث، مفسّر، مقرر، مناظر کی وفات سے مرحوم کے چھوٹے بھائی سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی کی اس پیرانہ سالی میں طویل بیماری کے بعد انتہائی نقاہت کے عالم میں کیا حالت ہوگی؟ اور آپ کے تین مخلص صاحبزادوں، جو حسنِ اتفاق سے میرے کلاس فیلو اور بچپن کے ساتھی رہے ہیں کی بے قراری کا تصوّر کرنے کے ساتھ ساتھ خود اپنے بارے بھی یہ سوچتا تھا کہ اب کس کے پاس جاتے ہو، اب تو محبتیں بانٹنے والے ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دردِ دل
وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

اب کون بچا ہے جو تجھے اپنے ساتھ بچے کی طرح انگلی سے پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا کرتا اور رازونیاز کی، علم وادب کی باتیں کیا کرتا تھا ؎

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے افسانے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا؟

ایک حسرت تھی، ایک تمنا تھی کہ ان کے جنازہ کو کندھا دے کر دعائے مغفرت میں شمولیت کی سعادت حاصل کروں، مگر وائے ناکامی، میرے پہنچنے سے قبل ہی آپ ہمیشہ کے لیے لحد میں محوِ آرام ہوچکے تھے ؎

لحد میں جا سوئے یاالٰہی انیس و غمخوار کیسے کیسے
کہ جب بھی یاد آ گئے تو پہروں نیندیں اڑ گئیں

ایک مہربان نے بتایا کہ جب ان کی نماز جنازہ ادا کی جارہی تھی تو بڑے رقت آمیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مناظر دیکھنے میں آئے ــــــ جب جنازہ اٹھا تو لاتعداد غمگساروں نے اشکبار آنکھوں سے محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کیے ــــــ اس وقت یہ اندازہ ہوا کہ ربِّ کعبہ کے فرمانبردار بندوں اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے والہانہ لگاؤ رکھنے والوں کی خلقِ خدا میں محبت و پذیرائی کس قدر مثالی ہوا کرتی ہے۔

علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی ایک عہد ہی نہیں، عہد ساز تھے ــــــ ایک عظیم شخصیت ہی نہیں شخصیت ساز تھے ــــــ آپ نے خوابِ غفلت میں خفتہ انسانوں کو جگا کر انھیں ان کے مقصدِ حیات سے روشناس کرایا ــــــ آوازۂ حق اس شان سے بلند کیا کہ کسی سے نہ دبے، نہ کسی کے سامنے جھکے ــــــ ان کے ہاں نہ غصہ تھا نہ اشتعال، دعوتِ توحید وسنت بلا خوف لومۃ لائم ایک طویل عرصہ تک جاری رکھی ــــــ آپ سچائیاں اور خلوص بانٹنے والے انسان تھے ــــــ تحریر میں یکتا، تقریر میں اعلیٰ، لیاقت میں منفرد، ذہانت میں اوّل ــــــ ایک شاداب اور باغ و بہار شخصیت، علم وعمل کی فروزاں شمع، کھلا ہوا خوشبودار پھول۔ خالقِ کائنات نے آپ کو وہ سب کمالات اور صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں جو کسی نابغۂ روزگار شخصیت کے لیے ضروری ہوتی ہیں ــــــ بلاشبہ ان کے اٹھ جانے سے ایک عہد کا اختتام ہو گیا۔

مرحوم مختلف علوم وفنون پر گہری نظر رکھتے تھے ــــــ تفسیر، حدیث، علومِ حدیث، فنِ رجال، ادبِ عالیہ، منطق وفلسفہ اور معقولات ومنقولات میں سند کا درجہ رکھتے تھے ــــــ علومِ شرقیہ، عربی، فارسی، اردو، سندھی پر کامل دسترس رکھتے تھے، انگریزی پر بھی مکمل عبور حاصل تھا اور بڑے بڑے امتحانات نمایاں پوزیشنوں سے پاس کر چکے تھے ــــــ درمیانہ قد، سرخ وسفید رنگت، خوش پوش، سفید داڑھی، آنکھوں میں خلوص ومحبت کی لازوال چمک، چہرے پر عزم وہمت کی داستان، ہاتھ میں عصا رکھتے تھے ــــــ اس خلوص اور محبت سے بغلگیر ہوتے کہ ایسی محبت اور کہاں؟ انتہائی متین طبع کے حامل تھے اور دینی حمیت وغیرت میں تو منفرد حیثیت رکھتے تھے۔

آپ نے دعوت وعزیمت کی پرخار وادیوں میں قدم رکھنے سے قبل اپنے آپ کو علومِ جدید وقدیم سے آراستہ کیا ــــــ یہی سبب ہے کہ زبان میں روانی، خیالات وافکار میں پختگی، جذبات میں بہاؤ، آواز میں تمکنت اور لہجہ میں اعتماد ایسی خصوصیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے حامل تھے، جن کی بنا پر عوام و خواص آپ کے گرویدہ بن چکے تھے ــــ سخن وری، سخن شناسی اور بذلہ سنجی میں بھی کسی سے کم نہ تھے ــــ آپ نے بحیثیت مدرس کئی علمی چراغ روشن کیے، علم و ادب کی روشنی بانٹی، قلم کے ذریعے کفر و الحاد، شرک و بدعت کا ڈٹ کر مردانہ وار مقابلہ کیا اور تحقیق کی جولانگاہ میں انفرادی مقام حاصل کیا ــــ عربی، اردو، فارسی اور سندھی میں لاتعداد فاضلانہ علمی مضامین کے علاوہ اپنے پیچھے پچاس سے زائد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن میں صحیح بخاری کی عربی شرح بھی شامل ہے۔

آپ کی باتوں میں مٹھاس تھی، گفتگو سنجیدگی، مقصدیت اور علمی نکات سے پُر ہوتی تھی ــــ کم بولنے، زیادہ سننے اور گہرے غور و فکر کے عادی تھے۔

مجھ ایسے علمی کوتاہ قد شاگرد پر پیر آف جھنڈا کے مدرسہ دارالرشاد میں جون ۱۹۷۷ء کے بعد برائے تحصیلِ علم طویل اقامت کے دوران آپ کی بے پناہ نوازشات اور محبتیں یاد آتی ہیں تو دل بھر آتا ہے ــــ بس ان کا یہ احسان کیسے فراموش کر سکتا ہوں کہ دیگر اساتذہ کے موجود ہوتے ہوئے بھی اور اپنے عدیم الفرصت ہونے کے باوجود اس ناچیز کو دورۂ حدیث کے سلسلہ میں حدیث، ادبِ عالیہ اور علم العقائد کی اہم کتب بنفسِ نفیس نمازِ عصر سے مغرب تک مکتبہ عالیہ علمیہ میں بڑی باقاعدگی سے پڑھانے کا اعزاز بخشا اور اس کے بعد جلسہ دستار بندی کے موقع پر پروفیسر یامین محمدی صاحب، مولانا عبدالخالق قدوسی صاحبؒ اور پروفیسر ظفر اللہ خاں صاحب وغیرہم کی موجودگی میں اپنے دستِ مبارک سے دستار بندی کی رسم ادا کی۔ جسے اپنے لیے سعادت جان کر ابھی تک محفوظ رکھے ہوئے ہوں ــــ آپ کی صحبت نے مجھے بہت کچھ عطا کیا، لیکن دنیا داری کے جمگھٹوں میں بُری طرح پھنس کر کہیں کا نہ رہا، اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے! ــــ جمعیت اہل حدیث کی گزشتہ سالانہ سیرت کانفرنس کے موقع پر آپ سے آخری ملاقات ہوئی تو آپ نہ جانے کیوں اداس اداس سے نظر آ رہے تھے، جاتے وقت سینے سے لگا کر محبت بھرے لہجہ میں فرمایا، "نہ معلوم کیوں آپ ہمارے ہاں ایک رات بھی نہیں ٹھہرتے، آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے!" ــــ کسے معلوم تھا کہ آپ سے یہ میری آخری ملاقات ثابت ہوگی، شاید یہ ایک خاموش احتجاج تھا ؎

تیرے پیمانہ میں گردش نہیں باقی ساقی ــــ اور تیری بزم سے اب کوئی اٹھا چاہتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قحط الرجال کے اس دور میں، جب کہ مدارس و مساجد اور دینی اداروں کا وجود خطرات کی زد میں ہے، شاید ایسی نابغۂ روزگار شخصیتیں مشکل سے پیدا ہوں ___ بقولِ فیضؔ ؎

اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر لو
اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا

سید صاحب مرحوم کی اس خاکسار سے محبت و شفقت خاندانی محبت سے کسی طرح کم نہ تھی، اور جسے آپ نے آخر دم تک نبھایا کہ پچیس برس میں ایک بار بھی فرق نہ آنے دیا ___ اس دوران جب تک آپ کا مکتوب موصول نہ ہوتا، میرا دل بے قرار رہتا۔ شاید ان کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہوگی، جبھی تو اکثر یاد فرما لیا کرتے تھے، چنانچہ آپ کے یہ مکتوب میرے لیے ایک قیمتی سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں ___ جماعتی احباب سے بھی مسلسل رابطہ رکھتے تھے۔ لیکن اب تو ؎

ویران ہے میکدہ مینا و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے، روٹھ گئے دن بہار کے

آپ کی جدائی ایک تو جماعتی اور ملی المیہ ہے، تاہم مجھ ایسوں کے لیے یہ سانحہ ذاتی نوعیت کا بھی ہے ___ ایک مخلص رفیق، چاہنے والا استاد، لغزشوں پر تنبیہ کرنے والا مہربان اور مفید مشوروں سے نوازنے والا محسن اس دنیا سے اٹھ گیا تو اب شاید ہی زندگی کی جولانگاہ میں کوئی ہماری راہنمائی کرے گا ___ سچ ہے ؎

یہ فیضانِ نظر بخشا گیا ہے اہلِ مکتب کو
کہ خذف ریزوں سے کر لیتے ہیں لعل و گہر پیدا

آپ علمی اعتبار سے ایک وسیع الذہن، وسیع القلب اور وسیع المشرب انسان تھے۔ آپ کی گفتگو یا تحریر میں کسی کی دل شکنی کا پہلو کبھی نہ نکلتا ___ تاہم اظہارِ حق کے سلسلہ میں اس خاکساری اور تواضع کے پیکر کی آنکھ بڑوں بڑوں کے سامنے کسی ایک موقع پر بھی جھکنے نہ پائی۔

سید صاحب کا ذاتی کتب خانہ برصغیر میں کسی تعارف کا محتاج نہیں، جس میں جدید و قدیم مخطوطات اور مطبوعہ کتب کا عظیم ذخیرہ موجود ہے اور جہاں دنیائے اسلام کی نامور شخصیات تشریف لا کر استفادہ کرتی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ نے بتاریخ ۳-۴-۵ رنومبر ۱۹۶۷ء مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی منعقدہ سالانہ کانفرنس بمقام موچی دروازہ لاہور میں کرسیٔ صدارت کو رونق بخشتے ہوئے "ہمارے معاشرے کا بگاڑ اور اس کے اسباب" کے موضوع پر جو بصیرت افروز تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، اس سے آپ کے علم وفضل اور فنِ خطابت میں آپ کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے (یہ خطبہ بعد میں ہفت روزہ الاعتصام میں شائع ہوا تھا)۔ آپ کے تقویٰ اور علم وعرفان کے متعلق الاعتصام (مجریہ ۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۱۲ھ) ہی میں ایک مشہور شخصیت مولانا زبید بن مجددزئی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس میں انھوں نے مرحوم کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے ——— آہ ہماری پرانی علمی و ادبی شمعیں ایک ایک کرکے گل ہو رہی ہیں، تاہم جو باقی بچی ہیں، وہ بھی غنیمت ہیں ——— ورنہ ؎

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے
تم ڈھونڈنے نکلوگے مگر پا نہ سکوگے

سید صاحب مرحوم کی دینی وعلمی خدمات پر لکھنا کچھ آسان کام نہیں، یہ چند الفاظ بھی سید محمد قاسم شاہ صاحب سے کیے گئے وعدہ کی بناء پر سپردِ قلم کیے ہیں، زندگی رہی تو ان شاء اللہ کسی اور موقع پر تفصیلی گفتگو ہوگی ——— اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ اللہ ربّ العزت مرحوم کو اپنی بے پناہ نوازشوں، رحمتوں اور مغفرتوں سے سرفراز فرمائے اور ان کے تینوں صاحبزادوں سید یٰسین شاہ، سید راشد شاہ اور سید محمد قاسم شاہ کو ان کا مشن سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائے ———

اللّٰھمّ اغفرلہٗ وارحمہ وعافہٖ واعف عنہ وادخلہ الجنۃ الفردوس ——— آمین!

قارئین کرام تصحیح فرمالیں!

- گزشتہ شمارہ نومبر ۹۵ء کا نمبر اندرونی ٹائیٹل پر (۷) غلط شائع ہوگیا تھا، صحیح نمبر (۱۱) ہے۔
- اسی شمارہ کے صفحہ ۳۲ پر مولانا عبدالحی حنفی کو "لکھوی" لکھا گیا ہے ——— درست "لکھنوی" ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی اہلِ حدیث اس کے علاوہ اور کوئی نام اس کا نہیں اور بدعتی جو اہلِ سُنت کے مختلف لقب رکھتے ہیں وہ ان کے نام سے بالکل نہیں ملتے۔ (غنیۃ الطالبین ص۱۵۰ مطبوعہ لاہور)

نماز کے طریقہ کا بیان کرتے ہوئے ... حدیث کی مکمل ترجمانی فرمائی ... سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے کتاب و سنت ... اپنا مسلک بنایا اور قرآن و حدیث ہی کے تابع رہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- سورۂ فاتحہ نماز کا رُکن ہے۔
- امام بآوازِ بلند قرأت کرے تو آمین بھی بآوازِ بلند کہنا ہوگی۔
- نماز کے شروع میں اور رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین (دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانا) ہوگا۔
- آخری تشہد میں سُرین پر بیٹھنا ہوگا۔
- دونوں تشہد میں دایاں ہاتھ دائیں ران پر اس حال میں رکھنا ہوگا کہ ہاتھ کی مٹھی بن جائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا جائے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنایا جائے وغیرہ۔ (غنیۃ الطالبین ص۷)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ خود بھی عامل بالحدیث تھے اور لوگوں کو بھی مسلکِ اہلِ حدیث کی دعوت دیتے رہے۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ: "چار تکبیریں کہے اور پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ پڑھو تو پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھو اور دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو جیسا کہ تشہد میں پڑھا کرتے ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھارہ صحابہؓ کرام سے جنازہ کی بابت پوچھا سب نے کہا پہلے تکبیر کہو اور اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھو اور پھر تکبیر کہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے حق میں جو دعا تمہیں اچھی معلوم ہو وہ مانگو اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرو۔" (غنیۃ الطالبین ص۱۵۷)

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی پر کفایت کرتے ہیں، وگرنہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے وضاحت ہوتی ہے کہ پہلے تمام علماء کرامؒ قرآن و احادیثِ صحیحہ پر عمل پیرا تھے اور لوگوں

(بقیہ بر صفحہ ۳۵)

© rasailojaraid.com